مولانا عبدالرحمن کیلانی

ہجری تقویم (۱)

خصوصیات

سن ہجری قمری ماہ و سال سے تعلق رکھتا ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہجرت کے سال سے شمار ہونے کی وجہ سے مسلمانوں سے خاص نسبت رکھتا ہے۔ قمری مہینہ کے ایام میں تبدیلی ناممکن ہے۔ یہ مہینہ یا تو ۲۹ دن کا ہوتا ہے یا ۳۰ دن کا۔ گویا مہینہ کے ایام میں کم سے کم تفاوت ۱ ہے۔ ۲۹ دن کے مہینہ کو کسی بھی وضعی یا اختراعی طریقہ سے ۳۰ دن کا نہیں بنایا جا سکتا۔ نہ ۳۰ دن والے مہینہ ہی کو ۲۹ دن کے مہینہ میں تبدیل کیا جا سکتا ہے۔ رویت ہلال کا فرق تو محض مقامی فرق ہوتا ہے جس کا عموماً دوسرے ہی دن پتہ چل جاتا ہے۔ ورنہ اگلے ماہ قمری تقویم خود بخود درست ہو جائے گی۔

قمری سال ۱۲ ماہ کا ہوتا ہے اور یہ ابتدائے آفرینش سے لے کر آج تک ۱۲ ہی ماہ کا چلا آتا ہے۔ بقول باری تعالیٰ۔

إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِندَ اللَّهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتَابِ اللَّهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ (۹-۳۶)

"بلاشبہ ابتدائے آفرینش سے لے کر، قوانینِ قدرت کے مطابق اللہ کے ہاں (سال کے) مہینوں کی کل تعداد بارہ ہے۔"

یہ سال نہ تو گیارہ یا دس ماہ کا ہو سکتا ہے اور نہ تیرہ یا چودہ ماہ کا۔ اور جن لوگوں نے دوسرے ممالک کی دیکھا دیکھی قمری سال کے مہینوں میں پیوندکاری کی کوشش بھی کی تو ان کی یہ کوشش عام قبولیت حاصل نہ کر سکی۔

قمری سال، شمسی سال سے ۱۰ دن ۲۱ گھنٹے چھوٹا ہوتا ہے۔ بالفاظ دیگر ایک شمسی سال میں ۱۲ $\frac{11}{30}$ قمری مہینے ہوتے ہیں۔ $\frac{11}{30}$ کی کسر چونکہ نصف سے کم ہے۔ لہٰذا اگر شمسی سال کی رعایت ملحوظ

رکھی بھی جائے تو عقل عامہ کی مناسبت سے قمری سال کے ۱۲ ہی ماہ ہونے چاہئیں، جبکہ شمسی سال مہینوں کی مقررہ تعداد سے آزاد ہو سکتا ہے۔

ہم پہلے بتلا چکے ہیں کہ اہل عرب نے بھی دنیا کی دیکھا دیکھی قمری سال کو دنیوی اغراض و مقاصد کی تکمیل کے لیے شمسی سال سے مطابق کرنے کی کوشش کرنا شروع کر دی تھی اور اس مقصد کی تکمیل کے لیے اضافی دنوں یا مہینوں کی پیوند کاری (کبیسہ، لوند یا لیپ) کا طریقہ اپنا لیا تھا۔ اسی طرح اللہ کے شعائر خصوصاً حج کے ایام میں گڑبڑ پیدا کر دی گئی۔ دو سال تو حج فی الواقع ماہ ذی الحجہ میں ادا کیا جا سکتا ہے۔ پھر ۲ سال ماہ محرم میں پھر دو سال صفر میں پھر ۲ سال ربیع الاول میں۔ علیٰ ہذا القیاس ۳۰ سال کا عرصہ گزرنے کے بعد پھر حج ماہ ذی الحجہ میں واقع ہو جاتا۔ اس طرح ایک سال کا عرصہ گم کر دیا جاتا تھا یا ۳۰ قمری سالوں میں ۲۹ بار حج ادا کیا جاتا اور یہ ترکیب محض اس لیے اختیار کی گئی کہ حج کا وقت ایک ہی موسم میں آیا کرے۔

پھر یہ گڑبڑ صرف حج تک ہی محدود نہ رہی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے حرمت کے چار مہینے قرار دیے گئے تھے۔ ان مہینوں کے متعلق اہل عرب کو یہ ہدایت کی گئی تھی کہ وہ ان مہینوں میں نہ تو آپس میں جدال و قتال کریں گے نہ کسی تاجر یا راہ گیر کو لوٹ کھسوٹ سے پریشان کریں گے۔ یہ مہینے رجب، ذی القعدہ، ذی الحجہ اور محرم الحرام تھے۔ ان میں تین اکٹھے مہینے حج کے پر اطمینان سفر کے لیے تجویز کیے گئے تھے۔ چونکہ یہ ایک پسندیدہ دستور تھا۔ لہٰذا اسلام نے اسے بحال رکھا۔ کبیسہ کے طریق کی وجہ سے ان حرمت والے مہینوں میں بھی تقویم و تاخیر اور گڑبڑ پیدا ہو جاتی تھی۔ اور علامسہ کے فرائض میں یہ بات بھی شامل تھی کہ وہ اعلانِ حج کے ساتھ ان مہینوں کا بھی اعلان کیا کرے کہ آئندہ سال کون کون سے مہینے حرمت والے ہوں گے۔ اس تقویم و تاخیر کو اہل عرب نسئی کہتے تھے۔ اسلام نے اس مذموم فعل کو زمانۂ کفر کی زیادتی قرار دے کر اس سے منع فرما دیا۔ ارشاد باری ہے۔

إِنَّمَا النَّسِيءُ زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ يُضَلُّ بِهِ الَّذِينَ كَفَرُوا يُحِلُّونَهُ عَامًا وَيُحَرِّمُونَهُ عَامًا لِّيُوَاطِئُوا عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ فَيُحِلُّوا مَا حَرَّمَ اللَّهُ زُيِّنَ لَهُمْ سُوءُ أَعْمَالِهِمْ (۹/۳۷)

"امن کے مہینے کو ہٹا کر آگے پیچھے کر لینا کفر میں اضافہ کرتا ہے۔ اس سے کافر لوگ گمراہی میں پڑے رہتے ہیں۔ ایک سال تو انہیں حلال کر لیتے ہیں اور دوسرے سال حرام تاکہ ادب کے مہینوں کی جو خدا نے مقرر کیے ہیں، گنتی پوری کر لیں اور جو خدا نے منع کیا ہے ان کو جائز کر لیں۔ ان کے برے

اعمال انھیں بھلے دکھائی دیتے ہیں۔

اتفاق کی بات کہ حجۃ الوداع (سنہ ۱۰ھ) فی الواقع ذی الحجہ کے مہینہ میں واقع ہوا۔ اسی موقع پر یہ آیت نازل ہوئی جس کے بعد کبیسہ اور نسیٔ کا طریق کار حرام قرار پایا اور اسے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ترک کر دیا گیا اور قمری تقویم سے دو غلی پالیسی ختم کر کے اسے صحیح فطری خطوط پر مرتب کر دیا گیا۔

سنہ ہجری کی ابتدا۔ سنہ ہجری کی ابتدا کیسے ہوئی؟ اس کے متعلق علامہ شبلی نعمانیؒ الفاروق میں یوں رقم طراز ہیں:۔

"سنہ ۲۱ھ میں حضرت عمرؓ کے سامنے ایک تحریر پیش ہوئی، جس پر صرف شعبان کا لفظ تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یہ کیونکر معلوم ہو کہ گزشتہ شعبان کا مہینہ مراد ہے یا موجودہ؟ اسی وقت مجلس شوریٰ طلب کی گئی اور ہجری تقویم کے مختلف پہلو زیر بحث آئے جن میں سے ایک بنیادی پہلو یہ بھی تھا کہ کون سے واقعہ سے سنہ کا آغاز ہو۔ حضرت علیؓ نے ہجرت نبوی کی رائے دی اور اس پر سب کا اتفاق ہو گیا۔ حضور اکرمؐ نے ۸ ربیع الاول کو ہجرت فرمائی تھی۔ چونکہ عرب میں سال محرم سے شروع ہوتا ہے۔ لہٰذا دو مہینے ۸ دن پیچھے ہٹ کر شروع سال سے سنہ قائم کیا گیا۔

سنہ ہجری کی ابتدا کے متعلق قاضی سلیمان منصور پوری صاحب "رحمۃ للعالمین" علامہ شبلی نعمانی سے کچھ اختلاف رکھتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ:

"اسلام میں سنہ کا استعمال حضرت عمر فاروقؓ کی خلافت میں جاری ہوا۔ جمعرات ۲۰ جمادی الثانی ۱۷ھ مطابق ۹/۱۲ جولائی سنہ ۶۳۸ء حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مشورہ سے سنہ ہجری کا شمار واقعہ ہجرت سے کیا گیا اور حضرت عثمانؓ کے مشورہ سے محرم کو حسبِ دستور پہلا مہینہ قرار دیا گیا۔"

مزید تحقیق سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ واقعہ ہجرت سے سنین کے شمار کی ابتدا اس سے بھی بہت پہلے ہو چکی تھی (تاریخ ابن عساکر جلد ۱ رسالہ التاریخ للسیوطی بحوالہ تقویم تاریخی) اور یہی بات قرین قیاس معلوم ہوتی ہے کیونکہ عرب میں قمری کیلنڈر کا رواج تو پہلے سے ہی موجود تھا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہجرت کا واقعہ سب سے اہم واقعہ تھا۔ لہٰذا اس واقعہ سے سنین کے شمار کا دستور چل نکلا تھا۔ البتہ عہدِ فاروقی تک سرکاری مراسلات میں صحیح اور مکمل تاریخ کا اندراج لازمی نہ سمجھا جاتا تھا جسے ایک طرح کی دفتری خامی سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ اور اس خامی کا علاج حضرت عمرؓ نے مجلس شوریٰ بلا کر کر دیا تھا۔

سنہ ہجری کی خصوصیات

اگر ہم سنہ ہجری کا دوسرے مروجہ سنین سے تقابل کر کے دیکھیں تو یہ سن بہت سی باتوں میں ممتاز نظر آتا ہے۔ مثلاً:۔

۱۔ **ترمیمات سے مبرا۔** سنہ ہجری کی بنیاد قمری تقویم پر ہے۔ اور قمری تقویم انسانی اختراعات سے بے نیاز اور بلند ہے۔ قمری تقویم میں اگر کبھی پیوند کاری کی گئی تو بھی اسے عام قبولیت حاصل نہ ہو سکی۔ سنہ ہجری کے آغاز سے لے کر آج تک اس میں نہ کوئی ترمیم ہوئی اور نہ آئندہ ہونے کا امکان ہے۔ کیونکہ اسلام نے اسے حرام قرار دیا ہے۔ لہٰذا اس سنہ کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ شروع سے آج تک اپنی مجوزہ صورت پر چلا آتا ہے اور کسی دور میں بھی اس میں ترمیم کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ دنیا کے مروجہ سنین میں سے غالباً کسی میں یہ خصوصیت نہیں پائی جاتی۔

۲۔ **قدامت بلحاظ صحت و استعمال۔** اگرچہ بعض دوسرے سنین سنہ ہجری سے بہت پہلے کے معلوم ہوتے ہیں لیکن سب کی باقاعدہ تدوین سنہ ہجری کے بہت بعد ہوئی ہے۔

ا۔ یکم محرم سنہ ۱ھ کو جولین کیلنڈر ۱۶ر جولائی سنہ ۶۲۲ء تھا۔ مگر حقیقت میں یہ سنہ اپنے موجودہ طریق پر سنہ ہجری سے ۹۰۸ سال بعد وضع ہوا ہے۔ یہی سنہ آخر میں سن عیسوی میں تبدیل ہوا جس میں سنہ ۱۵۸۲ء تک متعدد بار ترامیم ہوتی رہی ہیں۔ اس آخری ترمیم کے بعد کا حال بھی ملاحظہ فرمائیے۔ انگلستان میں ۲ر ستمبر ۱۷۵۲ء یوم چہار شنبہ (مطابق ۳ر ذی القعدہ سنہ ۱۱۶۵ھ) کو ترمیم کے ذریعہ دوسرے روز یعنی ۴ ذی القعدہ سنہ ۱۱۶۵ھ کو ۱۴ر ستمبر سنہ ۱۷۵۲ء بنا دیا گیا۔[1]

ب۔ بکرمی سمت یکم محرم الحرام سنہ ۱ھ کو ۲۶ ساون سمت ۶۷۹ تھا۔ جو بظاہر سن ہجری سے ۶۷۸ سال پہلے کا معلوم ہوتا ہے مگر ہندو اور یورپین مورخین کی تحقیقات سے ثابت ہوا ہے کہ سب سے پہلے سمت ۸۹۸ بکرمی میں یہ سنہ بکرمی کے نام سے مشہور ہوا۔ اس طرح بلحاظ تدوین یہ سنہ، سنہ ہجری سے ۲۲۵ سال بعد مدوّن ہوا۔

ج۔ سن سکندری سنہ ہجری سے ۹۳۲ سال پہلے کا ہے مگر اپنی موجودہ ہیئت میں نوزائیدہ ہے کیونکہ یہ شروع میں کئی صدیوں تک قمری مہینوں کے حساب سے جاری رہا ہے اور اب اسے شمسی مہینوں میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔

د۔ ابتداءً دنیا بھر میں سنین کا حساب قمری تقویم کے حساب سے شروع ہوا تھا۔ جس کی تفصیل پہلے

---

[1] رحمۃ للعالمین جلد دوم ص ۳۵۲۔ قاضی سلیمان منصورپوری

گزر چکی ہے۔

۳۔ **مساوات اور ہمہ گیری**۔ اسلام دینِ فطرت ہے لہٰذا مصالح عامہ پر مبنی ہے۔ اسلام کی اعلیٰ خصوصیات میں سے ایک خاصیت مساوات اور ہمہ گیری بھی ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے یہی پسند فرمایا کہ اسلامی مہینے ادلتے بدلتے موسم میں آیا کریں۔ اگر اسلام کبیسہ کے طریقہ کو گوارا کر لیتا تو رمضان کا مہینہ (ماہِ صیام) کسی ایک مقام پر ہمیشہ ایک ہی موسم میں آیا کرتا۔ جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا کہ نصف دنیا کے مسلمان، جہاں موسم گرم اور دن بڑے ہوتے ہمیشہ تنگی اور سختی میں پڑ جاتے اور باقی نصف دنیا کے مسلمان، جہاں موسم سرد اور دن چھوٹے ہوتے، ہمیشہ کے لیے آسانی میں رہتے۔ روزہ کے علاوہ سفرِ حج کا بھی تقریباً یہی حال ہے۔ پس مساوات و جہانگیری کا اقتضا بھی یہ تھا کہ اسلامی سال قمری حساب پر ہی ہو اور اسے کبیسہ جیسی انسانی اختراعات سے بھی پاک رکھا جائے۔

۴۔ **دنیوی اغراض کے بجائے روحانی بنیادیں**۔ (ا) **ہجرت سے آغاز**۔ دنیا بھر کے مروجہ سنین کی ابتدا پر نظر ڈالیے تو معلوم ہوگا کہ کوئی سن کسی بڑے آدمی کی یا بادشاہ کی پیدائش، وفات یا تاجپوشی سے شروع ہوتا ہے۔ یا پھر کسی ارضی یا سماوی حادثہ مثلاً زلزلہ۔ سیلاب یا طوفان کی تاریخ سے سنہ ہجری کو ہی یہ اعزاز و شرف حاصل ہے کہ اس کا آغاز دینِ اسلام کی سربلندی کی خاطر اپنے وطنِ عزیز کو چھوڑ کر چلے جانے سے ہوا ہے، اپنے وطن کو ہمیشہ کے لیے خیر باد کہنا ایک بہت بڑی قربانی ہے اور ایسے اوقات میں ہر شخص کا دل بھر آتا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ہجرت کے وقت مکہ کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا "اے مکہ! تو کتنا پاکیزہ اور مجھے پیارا لگتا ہے۔ اگر میری قوم (مجھے تجھ سے نہ نکالتی تو میں تیرے سوا کہیں سکونت نہ کرتا۔")

ظاہر ہے کہ ترکِ وطن پر انسان صرف اسی صورت میں آمادہ ہو سکتا ہے جب وہ انتہائی مجبور ہو یا کوئی عظیم مقصد اس کے پیشِ نظر ہو اور مسلمانوں کے لیے یہ عظیم مقصد دینِ اسلام کی سربلندی تھا۔ اور ہجرت کے واقعہ کو سنہ ہجری کی بنیاد قرار دینے کا مقصد ہی یہ تھا کہ مسلمانوں کو ہر نئے سال کے آغاز پر یہ پیغام یاد رہے کہ انہیں اسلام کی سربلندی کے لیے بڑی سے بڑی قربانی سے بھی دریغ نہ کرنا چاہیے۔

(ب) **رسم و رواج کی حوصلہ شکنی**۔ کسی ملک یا علاقہ کے رسم و رواج عموماً موسم سے گہرا تعلق رکھتے ہیں۔ میلے ٹھیلے، تفریحی سفر، گرمیوں کی چھٹیاں، موسم بہار کی تقریبات۔ مختلف قسم کے محاصل اور نذرانوں کی وصولیوں کے اوقات وغیرہ سب امور موسم سے وابستہ ہوتے ہیں اور موسموں کا تعلق شمسی سال سے ہے۔ لہٰذا جوں جوں مذہب سے لگاؤ کم ہوتا اور بیگانگی بڑھتی جاتی ہے، شمسی سال کے ساتھ لگاؤ بڑھ

جاتا ہے۔ اسی بنا پر بیشتر لوگوں نے شمسی سال کو اپنا لیا۔ یا قمری سال میں پیوندکاری کر کے اسے شمسی سال کے مطابق ڈھال لیا۔

انتہا یہ ہے کہ آج کل مزاروں کے مجاور اور منتظمین نے بھی زمانۂ جاہلیت کے پروہتوں کی طرح عرسوں کی تاریخیں بھی شمسی سال —— خواہ بکرمی ہو یا عیسوی —— کے مطابق کر رکھی ہیں۔ عرسوں کا جواز یا عدم جواز بجائے خود ایک الگ مسئلہ ہے۔ سردست ہم یہ تبلانا چاہتے ہیں کہ ایسی تقریبات جو خالص دینی اور مقدس سمجھی جاتی ہیں، ان میں سے بھی ہجری تقویم کو خارج کر دیا گیا ہے۔ حالانکہ یہ بات اسلامی اقدار کے منافی ہے۔ اسلام رسم و رواج کو، بشرطیکہ وہ جائز بھی ہوں، ثانوی حیثیت دیتا ہے۔ اس کا اوّلین مقصد احکامات و عباداتِ الٰہی اور شعائر اللہ کی صحیح طور پر اور متعیّنہ وقت پر تعمیل ہے۔ اسی بنا پر اسلام نے قمری تقویم کو اختیار کیا جو اس کی روح کے عین مطابق ہے۔

(ج) **ہفتہ کا آغاز جمعہ کے مبارک دن سے۔** اسلامی تقویم میں ہفتہ کا پہلا دن جمعہ قرار دیا گیا ہے۔ یکم محرم الحرام ۱ھ کو بھی جمعہ تھا۔ جمعہ کو اجتماعی طور پر اللہ کی عبادت اور ذکر کرنے کا دن قرار دیا گیا ہے۔ گو اس دن باقاعدہ تعطیل منانے کی پابندی نہیں تاہم جمعہ کے دن نہانے دھونے، کپڑے بدلنے اور جمعہ کی نماز کی ادائیگی کے لیے تیاری کے خاص اہتمام پر زور دیا گیا ہے۔ نمازِ جمعہ کے بعد کاروبار کرنے کی اجازت ہے۔ بالفاظِ دیگر اس تقویم میں ہفتہ کی ابتدا اللہ کی یاد سے ہوتی ہے جبکہ عیسوی تقویم میں اتوار کا دن —— جو ان لوگوں کی طہارت کے لیے مخصوص ہے۔ ہفتہ کا آخری دن ہے، یعنی چھ دن کام کرنے کے بعد جب انسان تھکا ماندہ ہو تو اللہ کی عبادت کی طرف بھی دھیان کر لے۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ مجوّزہ عالمی کیلنڈر میں ہر سال اور اس کی ہر سہ ماہی اتوار سے شروع کرنے کی تجویز پیش کی گئی ہے۔

(د) **ہفتہ کے دنوں کے نام اور نجوم پرستی۔** اسلامی تقویم میں ہفتہ کے ایام کے ناموں میں شرک، نجوم پرستی یا بت پرستی کا شائبہ تک نہیں پایا جاتا۔ ان ناموں کو نہ تو کسی مخصوص سیارے سے منسوب کیا گیا ہے اور نہ کسی دیوی دیوتا سے۔ جبکہ عیسوی اور بکرمی تقویم میں ہفتہ کے دنوں کے نام دیوتاؤں کی دیوتائی اور سیاروں کی فرمانروائی کی یاد تازہ کرتے رہتے ہیں۔ جس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔

اسلامی تقویم میں ہفتہ کے دنوں کے نام یہ ہیں۔

یوم الجمعہ	یوم السبت	یوم الاحد	یوم الاثنین	یوم الثلثاء	یوم الاربعاء	یوم الخمیس
جمعہ	ہفتہ	پہلا دن	دوسرا دن	تیسرا دن	چوتھا دن	پانچواں دن